ڈاکٹر عاصمہ غلام رسول
استاد شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

عبدالرؤف
استاد شعبہ پاکستانی زبانیں، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

کلامِ فریدؒ میں اخلاقیات کے عناصر

Dr. Asma Ghulam Rasool
Head of Punjabi Department, Govt.College University Faisalabad.
Abdul Rauf
Senior Instructor, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad.

Ethics Elements in "Kalam-e-Farid

Baba Farid has taught ethics to the society through his poetry. He preaches trust, patience and his tolerance in his poetry. He advised to reliance on God and pointed out the evils of the world and insists to realise the aim of man's creation. This world is a place of trial where we have to fulfill the human rights as well as rights to Allah the article concludes that Baba Farid's poetry is for the whole mankind which describes the importance of peace and harmony among the human being.

مذہب اسلام کی تعلیمات کا بغور جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی پوری کی پوری تعلیمات اخلاق پر ہی مبنی ہیں۔ اسلام نے انسانی زندگی میں اخلاقیات کی تعلیم اس وقت دی جب دنیا جہالت اور تعصب کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ میں اخلاقیات کا جو درس ملتا ہے ہمیں اسکی مثال کہیں نہیں ملتی۔

"نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں" (۱)

مذہب اسلام نہ صرف اپنے ماں باپ کے ساتھ اعلیٰ اخلاق سے پیش آنے کا درس دیتا ہے اس کے برعکس غیروں کے ساتھ بھی اچھے سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک کی سورۃ النساء میں بھی ہے:

" اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، رشتہ داروں، انجان ہمسائیوں، دوستوں، مسافروں اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو" (۲)

انسائکلوپیڈیا آف فلاسفی میں اخلاقیات کے بارے میں ہے:

"Humanism is also any philosphy which recognizes the value or dignity of man and makes him the measure of all things or some how takes human nature, its limits, or its interests as its theme. (۳)

یہ بات قابل غور ہے کہ اخلاقیات خالصتاً انسان کی تہذیب و ثقافت اس کے روزمرہ کے امور کے اردگرد گھومتے ہیں۔ اخلاقیات کا تعلق انسان کے رشتے ناطوں سے ہے جو قوم، نسل اور مذہب سے الگ اس دنیا میں انسانوں کی خوشی، آزادی، اخلاقی، سماجی اور اقتصادی ترقی کو اہمیت دیتے ہیں، اخلاقیات کا وصف ہے کہ انسان اپنی خوشی اور ذاتی فائدے کو ایسے کاموں کے ساتھ جوڑے جس سے معاشرے میں بھلائی، احسان، احساس کے جذبات کو فروغ ملے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب اسلام ہے اسلام کے لغوی معنی سلامتی کے ہیں۔ اسلام نے ایسے معاشرتی نظام کا درس دیا جس کی بنیاد اخلاقیات پر رکھی گئی اور اخلاقیات کا بنیادی جزو مساوات، عدل، انصاف، اخوت اور بھائی چارہ ہے۔ اس اخلاقی نظام کے بغیر انسان اک صحت مند معاشرے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

پنجابی زبان پنجاب کے خطے کی ایسی بابرکت اور مٹھاس بھری زبان ہے جس کی ترقی اور بڑھوتری میں پنجاب کے صوفیاء کرام اور درویشوں نے اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ ان صوفیاء کرام اور درویشوں کا شاعری کرنے کا مقصد مشہوری حاصل کرنا نہ تھا بلکہ یہ تو سماج میں محبت، بھائی چارہ، احترام آدمیت، اخلاقیات اور انسان دوستی کو عام کرنا تھا۔ ان عظیم شعراء نے اپنے اپنے دور میں نسل پرستی اور فرقہ واریت کو ایک طرف رکھ کر پیار و محبت اور اخلاقیات کا درس دیا۔

پنجابی کے ان عظیم شعراء کی لڑی میں سب سے نمایاں اور پہلا باقاعدہ شاعر بابا فریدؒ ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے بارے میں ڈاکٹر شہباز ملک لکھتے ہیں:

"قاضی شعیب ہوراں دے پتر اں وچوں اک جمال الدین سلیمان سن جنہاں دا ویاہ کھوتوال دے شیخ وجیہہ الدین فجندی دی دھی نال ہویا ایتھے ای فرید الدین مسعود ۱۱۷۵ء وچ پیدا ہوئے" (۴)

آپ کے دور میں پنجاب کی سماجی، معاشی اور سیاسی حالت بہتر نہ تھی عوام بے شمار سماجی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل میں گھری ہوئی تھی۔ باباجی جیسے باضمیر انسان معاشرے میں بے حسی، انتشار، بدامنی، بداخلاقی جیسی برائیاں دیکھ کر نہ صرف کڑھتے تھے بلکہ انہوں نے عوام کو اپنے کلام کے ذریعے ایسی اخلاقی تعلیمات کا درس دیا جن پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اگلی دنیا میں انسان سُرخُرو ہو سکتا ہے۔

بابا فرید گنج شکرؒ کا رشتہ عوام کے ساتھ تھا انہوں نے ہمیشہ لوگوں کی بھلائی کا سوچا انہوں نے اپنے عمل اور ارادے کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کی۔ ان کے نزدیک معاشرے کے تمام انسان برابر ہیں۔ آپ نے اپنے کلام کے ذریعے انسان کو ان عقل و دانش کی باتوں سے روشناس کروایا ہے۔ انہوں نے انسان کو اس کے ہونے کا مقصد سمجھایا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم عقل کے ساتھ ساتھ جذبات کی لطافت بھی رکھتے ہو تو اپنے ہاتھوں سے اپنی قسمت خراب مت کرو اپنا سر جھکا کر اپنے گریبان میں جھانکو۔ ان کے نزدیک اگر انسان خود احتسابی کی عادت اپنا لے اور دوسروں کی عیب جوئی کرنے کی بجائے خود اپنے گریبان میں جھانک لے تو معاشرے میں بہت سی برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ہر انسان کی زندگی آسان اور سہل ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:

جے توں عقل لطیف ہیں کالے لکھ نہ لیکھ
آپنے گریوان میں سر نیواں کر ویکھ (۵)

انسان کو جن چار عناصر سے بنایا ہے ان میں سے ایک اہم عنصر مٹی ہے۔ بابا جی کے نزدیک مٹی تو ایک ایسا عنصر ہے کہ جب سب عزیز و اقارب، دوست، ساتھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ مٹی ہی ہے جو انسان کو اپنی جھولی میں بھر لیتی ہے اس لئے انہوں نے مٹی کو بُرا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ بابا جی کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے جو شخص مٹی کو بُرا بھلا نہیں کہے گا تو لازمی بات ہے اس شخص میں غرور و تکبر بھی نہیں رہے گا۔ بلکہ اس میں عاجزی و انکساری آجائے گی اور جس فرد میں عاجزی و انکساری جیسا وصف آجائے گا تو آپ اندازہ لگائیں کہ وہ شخص معاشرے میں کتنا صلح جو، امن پسند اور اعلیٰ اخلاق کا منبع ہو گا۔ اس لیے بابا جی ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فریدا خاک نہ نندیئے خاکو جیڈ نہ کوء
جیوندیاں پیراں تھلے مویاں اُپر ہوء(۶)

بابا جی اپنے کلام کے ذریعے معاشرے میں اخلاقیات کا پرچار کرتے ہوئے انسانوں کو ایک بہترین راستہ دکھاتے ہیں اور وہ راستہ ہے قناعت کا۔ اللہ پر توکل کا، بھروسے کا یعنی جو کچھ تمہیں میسر ہے اس پر اکتفا کرنا اور اپنے دل میں حرص، طمع اور لالچ جیسی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا درس دیتے ہیں۔ انسان کو رب نے جو کچھ بھی دیا ہے اُس پر شکر کریں اور اگر کسی بہن بھائی کو خدا نے اُس سے زیادہ نوازا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنا دل میلا نہ کریں بلاشبہ بابا جی انسان کو خودداری اپنانے اور اللہ پر بھروسے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

رُکھی سُکی کھاء کے ٹھنڈا پانی پی
ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی(۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب انسان اپنی تخلیق کا مقصد بھول جائے اور دنیاداری کا ہو کر رہ جائے تو دنیا کی خواہشات تو اُس بے لگام گھوڑے کی طرح ہوتی ہیں جس پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور وہ اُن خواہشات کے حصول کی تکمیل کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ آزماتا ہے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بابا جی چونکہ ایک اعلیٰ درجے کے عالم فاضل تھے انہیں معاشرے میں پیدا ہونے والی برائیوں کی وجوہات سے بخوبی واقف تھے اس لئے وہ انسانوں کو فکر دلا رہے ہیں کہ اپنی تخلیق کو پہچانو تم اپنی زندگانی کی رائیگانی پر غور کرو۔ اس چار دن کے زندگی کے چار دن تم نے دنیاداری کے کاموں میں مصروف ہو کر گزار دیئے اور چار دن کی راتیں سو کر ضائع کر دیں۔ اے انسان کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں کس مقصد کے لئے بھیجا تھا اور تیرا خالق تجھ سے کیا چاہتا ہے؟

چار گوائیاں ہنڈ کے چار گوائیاں سَم
لیکھا رب منگیسیا توں آیوں کہڑے کم(۸)

انسانی زندگی کا خاصہ ہے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے اور آخر کار انسان موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ باباجی ہمیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ چاہے انسان سو سال بھی جی لے آخر اسے مرنا ہی ہے اور اُس کے خوشنما بدن کو خاک میں مل کر خاک ہی ہونا ہے یعنی انسان کی عمر متعین ہے اور یہی ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اگر انسان فلسفہ حیات کو سمجھے کہ انسان نومولودی سے ہی موت کے سفر کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اور یہ زندگی عارضی ہے۔ اس عارضی زندگی کے لیے اتنی محنت اور بگاڑ کیوں۔ اس عارضی زندگی کو اس طرح گزارے کہ معاشرے میں لوگ آپ کے اخلاق کی مثال دیں۔ بابا فریدؒ ہمیں معاشرے میں اچھے طریقے سے زندگی گزارنے کا درس دیتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

بڈھا ہویا شیخ فریدو کنبن لگی دیہہ
جے سو ورھیاں جیونا بھی تن ہو سی کھیہہ(۹)

باباجی اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیمات کا درس دیتے ہوئے انسان کی فناپذیری کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زندگی بھر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں لگے رہتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے کیونکہ یہ سب ہمارے ساتھ نہیں جانا اور ایک دن موت کے شکنجے نے ہمیں اپنی گرفت میں جکڑ لینا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

کوٹھے منڈپ ماڑیاں اساریندے بھی گئے
کوڑا سودا کر کے گوریں آ پئے(۱۰)

انسان کا دنیا میں دل لگانا بے معنی اور بے سود ہے کیوں کہ یہ زندگی تو آزمائش گاہ ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس آزمائش سے سُرخرو ہوں پر یہ سُرخروہی تب ہی ممکن ہے جب انسان اس دنیا میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی پورا پورا خیال رکھے اور معاشرے میں اس طرح جیئے کہ معاشرے میں کوئی بھی برائی اس کی وجہ سے نہ پھیلے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اس دنیا فانی کو فانی سمجھے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم خوبی انسان میں عاجزی و انکساری ہے جو اسے اللہ کے قریب کرتی ہے جو انسان عاجز ہے اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے۔ کیوں کہ اگر معاشرے میں ہر فرد عاجز ہو جائے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا

ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اپنی ''میں'' کو ختم کرے۔ بابا جی کے کلام میں ہمیں اس قدر عاجزی و انکساری کا بھرپور موضوع ملتا ہے وہ ہمیں کم ہی دوسرے شعراء کے ہاں نظر آتا ہے۔ آپ اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جو میرے کالے کپڑے ہیں یہ میرے گناہوں کی سیاہی ہے کیونکہ میں گناہوں سے بھرا ہوا ہوں لیکن لوگ مجھے درویش کہتے ہیں۔

کالے میںنڈے کپڑے کالا میںنڈا ویس
گناہیں بھریا میں پھراں لوک کہن درویش[۱۱]

اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لیے فرشتے موجود ہیں جو ہزاروں سالوں میں صرف عبادت کرنے میں مصروف ہیں وہ تھکتے ہیں اور نہ سوتے ہیں اور نہ ہی کچھ کھاتے پیتے ہیں صرف اور صرف عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کی بابرکت ذات نے انسان کو اپنا نائب بنا کر بھیجا اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور بھی بجالانے کا حکم دیا ان دنیاوی امور میں وہ عمل ہیں جن کا براہِ راست تعلق معاشرے سے بنتا ہے۔ یعنی انسان کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے معاشرے میں سکون جاتا رہے بلکہ معاشرے میں یہ سوچ کر زندگی گزارے کہ اس دنیا میں اس نے ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ موت کا فرشتہ آئے گا اس کو اپنے ساتھ لے جائے گا اور اس کا کوئی بھی قریبی ساتھی روک نہ سکے گا۔ اس ضمن میں بابا جی فرماتے ہیں۔

ملک الموت جاں آسی سبھ دروجے بھن
نھاں پیاریاں بھائیاں اگے دتا ہٹھ[۱۲]

اگر انسان معاشرے میں اس اصول کے ساتھ زندگی گزارے کہ برے کے ساتھ بھی بھلائی کرے اور اپنے دل میں کسی کے لیے بری سوچ نہ رکھے۔ اگر تو کسی کا دکھ مٹائے گا اور اس کے خالی دامن کو بھرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے دامن کو بھی بھر دے گا بابا فریدؒ گنج شکر بھی انسان کو اپنے کلام میں یہی سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فریدا بُرے دا بھلا کر من نہ ہنڈھاء
دیہی روگ نہ لگ ای پلے سبھ کچھ پاء[۱۳]

ہر تخلیق اپنے خالق کا مظہر ہے اور خالق اپنی ہر تخلیق میں دکھائی دیتا ہے جب ہر چیز میں اللہ کی ذات جھلکتی ہے تو ہم پھر کسی بھی چیز کو بُرا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ بابا فریدؒ اپنے کلام میں خود کو مخاطب کرتے ہوئے در

حقیقت پوری انسانیت کو مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معاشرے میں کسی فرد کو بُرا نہ کہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ بُرا سلوک کرو۔ جب ہم کسی کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کریں گے تو معاشرے میں کوئی برائی جنم نہ لے گی۔ اور ایسا معاشرہ تشکیل پائے گا جس میں کوئی برائی نہ ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں:

فریدا خالق خلق میں خلق دسے رب ساںہہ
مندا کس نوں آکھیئے جاں تِس بن کوئی ناںہہ (۱۴)

اگر ہم اپنے معاشرے کو پر امن اور برائیوں سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں بابا فرید گنج شکرؒ کے کلام میں جو اخلاقی تعلیمات ہمیں ملتی ہیں۔ ہم نہ صرف اُن کو پرچار کریں بلکہ خود بھی اُن پر عمل پیرا ہوں۔

حواشی

۱۔ البقرہ، آیت نمبر ۱۷۷

۲۔ النساء، آیت نمبر ۳۶

۳۔ Encyclopedia of philosphy, Edwards Paul (Ed)
Macmillan, New York, Page: 32-33, 1967

۴۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، ستارے، لاہور، تاج بکڈپو، جولائی ۲۰۱۷ء، ص۔ ۱۲۹

۵۔ آصف خان، محمد، مرتب؛ آکھیا بابا فرید نے، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، دسمبر، ۱۹۷۸ء، ص۔ ۱۴۹

۶۔ ایضاً، ص۔ ۱۶۰

۷۔ ایضاً، ص۔ ۱۰۲

۸۔ ایضاً، ص۔ ۱۲۶

۹۔ ایضاً، ص۔۱۸۴

۱۰۔ ایضاً، ص۔۱۸۹

۱۱۔ ایضاً، ص۔۲۰۶

۱۲۔ ایضاً، ص۔۲۴۸

۱۳۔ ایضاً، ص۔۲۲۳

۱۴۔ ایضاً، ص۔۲۲۰